بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسرت جشنِ میلادِ امام آخرالزماں ، خلیفتہ الرحمٰن ، خاتمِ ولایتِ مقیدۂ محمدؐیہ امامنا سیدنا

حضرت سید محمد جونپوری مہدیءِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ ط وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (سورہ یوسف) 108

ترجمہ :- کہو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بصیرت پر میں بلاتا ہوں اور وہ (خلیفتہ اللہ المہدیؑ) بھی بلائے گا جو میرا تابعِ (تام) ہے ۔ اور سبحان اللہ میں (اور وہ دونوں) مشرکین سے نہیں ہیں ۔

دعوئے مہدیت کی بنیادی دلیل اسلامیات کی روشنی میں

علامتہ العصر اسعد العلماء حضرت پیرومرشد مولانا ابوسعید سید محمود صاحب قبلہ مدظلہٗ

(معتمد مجلس علمائے مہدویہ ہند)

پیش کردہ

محمد قادر خاں بی ۔ یس ۔ سی (سابق صدر مرکزی انجمن مہدویہ)

14/ جمادی الاولیٰ 1402ھ — مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد (اے پی) — مطابق 11/ مارچ 1982ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُبَسۡمِلًا وَّ مُحَمِّدًا وَّ مُصَلِّیًا :-

واضح ہو کہ ایک کتاب بنام " دعوئے مہدیت " اسلامیات کی روشنی میں " زیرِ تدوین " ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی اشاعت ہوگی ۔ فی الحال محب الفقراء جناب محمد قادر خاں صاحب سابق صدرِ مرکزی انجمنِ مہدویہ کی خواہش پر اس کتاب کا ایک مضمون تلخیصاً بغرضِ اشاعت دیا جارہا ہے تاکہ امامنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی ءِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یومِ میلادِ مبارک 14 / جمادی الاولیٰ 1402 ھ کے مبارک موقع پر حسبِ سابق مرکزی انجمنِ مہدویہ چنچل گوڑہ حیدرآباد کے عظیم الشان جلسوں میں ہندوستان کے متعدد مقامات سے شریک ہونے والے مہدوی بھائی اور متلاشیانِ حق و صداقت ، احکامِ خدا اور رسولؐ سے مستفیض ہوں ۔

اس کتاب کا ایک اور مضمون بعنوانِ " مہدی ءِ موعودؑ اور مجدد کا فرق " جناب محمد مقصود علی صاحب سابق صدر مجلسِ تنظیمِ مہدویہ کی خواہش پر " نورِ ولایت " کے ساونیر کے لئے دیا گیا ہے ۔

دعوئے مہدیت کی بنیادی دلیل

حضرت امامنا مہدی ءِ موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ارشاد فرمایا ہے :-

اگر کسے خواہد که صدقِ ما را معلوم کند ، باید که از کلامِ خدا و اتباعِ محمد رسول الله در احوال و اعمال و اقوال ما بجوید و فهم کند ۔ کما قال الله تعالیٰ " قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ ‌ قف عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ‌ ط وَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ (سورۃ یوسف) 108

ترجمہ :- اگر کوئی ہمارے دعوئے مہدیت کی صداقت معلوم کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ کلام اللہ اور اتباعِ

رسول اللہ کے معیار پر ہمارے احوال ، اعمال اور اقوال میں جستجو کرے اور سمجھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے ، میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ (مہدیؑ) بھی بلائے گا جو میرا تابِع (تام) ہے اور سبحان اللہ میں مشرکوں سے نہیں ہوں ۔

اس آیتِ شریفہ میں "مَنۡ" (جو شخص) عام نہیں ہے ۔ اس لئے اس لفظ سے عام تابِع رسول اللہ ﷺ مراد نہیں لی جا سکتی اور اگر لفظِ "مَنۡ" سے عام تابِع رسول اللہ ﷺ مراد ہوسکتی ہے تو " خاص" تابِع تام مراد ہونا بدرجہ اولیٰ لازم ہوگا۔

اس کے علاوہ قواعدِ نحویہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے ۔ " اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ" میں "مَنۡ" کا عطف " اَنَا" پر ہوا ہے ۔ چونکہ اس آیت میں " اَنَا" خاص محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے اس لئے معطوف بھی خاص ہونا چاہیے نہ کہ عام ۔ اس لئے کہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں کا ایک حکم ہے ۔ اگر " مَنۡ " سے ہر ایک تابِع دینِ محمدؐی مراد لی جائے تو لازم ہوگا کہ ہر ایک داعی حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرح معصوم ہو ، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہوسکتا۔ علمِ نحو میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ " عطف بالحروف تابع ینسب اَلیه ما نسبت اِلٰی متبوعه و کلاهما مقصود ان یتلک النسبة ' یعنے معطوف حرف ایسا تابع ہے کہ اس کی طرف وہی نسبت کی جائے گی جو اس کے متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہو ، اور وہ دونوں ایک ہی نسبت پر مقصود ہوں ۔ نیز یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ معطوف ، معطوف علیہ کا ایک حکم ہے ۔ یعنے معطوف علیہ جس سے موصوف ہوگا ، معطوف بھی اسی سے موصوف ہوگا ۔ اور جو حال ، معطوف کا ہوگا وہی حال معطوف علیہ کا ہوگا۔

اور ضابطہ یہ ہے کہ جب معطوف ، معطوف علیہ کا قائم مقام ہوسکتا ہو تو اس وقت عطف بھی صحیح ہوسکتا ہے ورنہ نہیں ۔

اب یہ سمجھنا آسان ہوجاتا ہے کہ امتِ محمد ﷺ میں کوئی ہستی مہدی ءِموعود علیہ السلام کے سوائے منجانب اللہ، داعی الی اللہ اور معصوم عن الخطا نہیں ہوسکتی۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ ءکرام رضی اللہ عنہم کو جس طرح دعوتِ بصیرت دی ہے ویسی دعوتِ بصیرۃ مہدی ءِ موعود علیہ السلام کے سوائے کوئی نہیں دے سکتا۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے مہدی ءِموعود علیہ السلام کی شانِ مبارک میں ارشاد فرمایا ہے :-

" اَلْمَهْدِیُّ مِنِّیۡ یَقۡفُوۡا اَثَرِیۡ وَلَا یُخۡطِیۡ " مہدی مجھ سے (میری آل سے) ہوگا ، اور میرے نشانِ قدم پر چلے گا خطا نہیں کرے گا۔

نیز ارشاد فرمایا :-

" یقوم بالدین فی آخرالزمان کما قمت بہٖ فی اول الاسلام " آخر زمانے میں مہدی دین کو اسی طرح قائم کرے گا جیساکہ میں نے دین کو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں قائم کیا ہے۔

سیرتِ خاتم الانبیاء ﷺ کے عمیق مطالعہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت نے ابتدائے اسلام میں قرآن کی آیات کی روشنی میں دین کو کن اُصول پر قائم فرمایا تھا۔ غرض مکی حیاتِ طیبہ میں یہ شانِ مبارک امتِ محمدؐ میں اشراطِ کبریٰ کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول سے پہلے مہدی ءِ موعودؑ کے سوائے کسی فرد میں نہیں پائی جاسکتی۔ لہٰذا " مَنِ اتَّبَعَنِیۡ " میں " مَنۡ " سے مراد مہدی ءِ موعود علیہ السلام تابعِ تامِ حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام ہیں۔ متقدمین و متاخرینِ مفسرین کی تفاسیر پر اس مختصر مضمون میں روشنی ڈالنے کی گنجائش نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ بعض مفسرین نے " مَنۡ " سے عام تابع مراد لی ہے اور بعض نے صحابہ ءکرامؓ مراد بیان کی ہے۔ بعض نے حضرت علیؓ کے فضائل بیان کرتے ہوئے حضرت علیؓ مراد لی ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ خدا

نے بصیغۂ واحد فرمایا ہے۔ اگر اور لوگ بھی مراد ہوتے تو "مَنِ اتَّبَعَنِیۡ" (جو شخص میرا اتباع کرے) کی بجائے "وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡنِیۡ" (اور وہ لوگ جو میرا اتباع کریں) فرماتا۔ (کلام اللہ ترجمۂ فرمان علی) عالم اجل و اکمل ممتاز انافاضل صفحہ 295

یہ تفسیر، پھر بھی غنیمت ہے کہ صیغۂ واحد کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے لیکن اس آیت کے معطوف، معطوف علیہ کے نکتہ پر نظر نہیں پڑ سکی۔ اس کے برخلاف بعض مفسرین کی نظر اس آیت کی اس خصوصیت کی طرف بھی گئی ہے چنانچہ حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربیؒ نے تفسیر القرآن میں آیۃ مذکورہ کے الفاظ "مَنِ اتَّبَعَنِیۡ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ :-

"مہدی علیہ السلام، محمد علیہ السلام کے تابعِ تام ہوں گے" (تفسیر محی الدین ابنِ عربیؒ)

نیز حضرتِ موصوفؒ نے "فتوحات" میں اسی آیۃ شریفہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ "فَالْمَهْدِیُّ مِمَّنِ اتَّبَعَه" مہدی ان لوگوں میں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کا اتباع کریں گے۔

اس کے بعد مہدیٔ موعودؑ کے اتباع کی خصوصیت یہ بیان کی ہے۔ "وَصَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُخْطِیۡ فِیۡ دُعَائِهِ فَمُتَّبَعُه لَا يُخْطِیۡ ، فَاِنَّه يَقْفُوۡا اَثَرِیۡ" رسول اللہ ﷺ دعوۃ میں خطا نہیں کرتے، اسی طرح آپ کا تابع (مہدی) بھی خطا نہیں کرے گا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نشانِ قدم کی پیروی کرے گا۔

تفسیرِ "تاویلات" میں مہدیٔ موعود علیہ السلام کے اتباع کرنے کی ایسی خصوصیات بیان کی گئی ہیں کہ مہدیٔ موعودؑ کے سوائے کسی میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ "مَنِ اتَّبَعَنِیۡ" کے "مَنۡ" سے عام تابع

مراد لینا یا صحابہ ءکرامؓ یا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ مراد لینا صحیح نہیں ہوسکتا، اور آیت کے الفاظ، سبیل، بصیرۃ اور " مَنِ اتَّبَعَنِیۡ " تینوں کی محققانہ حیثیت سے تفسیر کی گئی ہے۔

" کہو اے محمدؐ! یہ میرا راستہ ہے، یعنے وہ راستہ، جس پر میں چلتا ہوں، وہ توحید ذاتی کا راستہ ہے جو میرا خاص راستہ ہے۔ اور جس پر میرے سوائے کوئی نہیں، جو ذاتِ احدیت کی طرف، جو تمام صفات سے موصوف ہے۔ عین جمع میں بصیرۃ پر میں دعوت کرتا ہوں، اور میرا وہ تابع بھی دعوت کرتا ہے جو، اس راستہ میں، میرا تابع ہے۔
(تفسیر تاویلات)

نیز شیخ اکبرؒ نے "فتوحات" کے باب 366 میں لکھا ہے :۔

البتہ مہدی علیہ السلام اپنے اہلِ زمانے پر " حجت اللہ " ہیں اور یہ انبیاء علیہم السلام کا وہ درجہ ہے، جس میں مہدی علیہ السلام کو مشارکت واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو یہ کہنے کا حکم دیا ہے کہ " کہو! میں اللہ کی طرف بصیرۃ پر بلاتا ہوں اور میرا تابع بھی بلائے گا۔ پس مہدی علیہ السلام آپ کے تابعِ تام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے اللہ کی طرف دعوت کرنے میں خطا نہیں ہوتی۔ اسی طرح آپ کے تابع سے بھی خطا نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ (مہدیؑ) آپؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ اس کے علاوہ حدیث میں مہدی کا یہی وصف وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ " مہدی میرے نقشِ قدم پر چلیں گے اور خطا نہیں کریں گے۔ یہ معصومیت دعوتِ الی اللہ میں ہے۔
(ماخوذ از کحل الجواہر جلد اول بجواب ہدیہ مہدویہ)

مذکورۃالصدر چند حوالوں سے واضح ہے کہ محققینِ اہلِ سنت رحمتہ اللہ علیہم نے بھی بصیرت سے صرف دل کی بینائی ہی کے ظاہری معنے کو محدود نہیں کیا ہے اور " مَنِ اتَّبَعَنِیۡ " کے " مَنۡ " سے عام تابع مراد نہیں لی ہے۔ قواعدِ نحویہ، اور متقدمینِ اہلِ سنتؒ کی کتابوں کے حوالوں سے " مَنۡ " سے خاص " مہدی " مراد لینا ثابت ہوچکا ہے، اور

حضرت امامنا مہدی ءِموعود علیہ السلام نے دعوتِ مہدیت کے ثبوت میں اتباعِ کتاب اللہ اور اتباعِ رسول اللہ ﷺ کو بنیادی دلیل جو قرار دیا اور اس کے ثبوت میں مذکورۃ الصدر آیتِ قرآنِ مجید جو پیش فرمائی مبنی بر حقیقت ہے۔

حضرت امامنا علیہ السلام، آغازِ دعوتِ مہدیت سے اپنے وصالِ مبارک کے آخری وقت تک بھی یہی آیۃ شریفہ پیش فرماتے رہے۔چنانچہ فرہ مبارک، علاقہ خراسان میں آپؑ کے خلیفہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہٗ کے زانو پر اپنا سرِمبارک رکھے ہوئے یہی آیۃ شریفہ تلاوت فرماکر مختصر بیان فرمایا۔ اس کے چند ہی لمحات کے بعد آپؑ کا وصالِ مبارک ہوگیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ آپؑ کے دعوئے مہدیت کی بنیادی دلیل، اتباعِ کتاب اللہ اور اتباعِ رسول اللہ ہے اور یہی دلیل ابتدائے دعوئے مہدیت سے وصالِ مبارک تک پیش فرماتے رہے۔

امامنا علیہ السلام کا بے خطا اتباع ہی آپؑ کے تابعِ تامِ حضرت رسول اللہ ﷺ ہونے کی بین دلیل ہے اور یہ امامنا علیہ السلام کا منجانب اللہ اعجازِ عظیم ہے۔ اس لئے اقوال، اعمال، اور احوال میں بے خطا اتباع کا دعویٰ اور اس کا ثبوت، اس وقت ممکن ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معصوم عن الخطاء ہونے کا منصب بھی عطا کیا گیا ہو، اور کتاب اللہ و رسول اللہ ﷺ کا اتباع منجانب اللہ وحی سے کیا جارہا ہو۔

امامنا علیہ السلام کے خلیفہ بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہٗ بھی آیۃ مذکورۃ الصدر کے بیان میں، اتباعِ تام کی تصریح اس طرح بیان فرمائی ہے:-

کما قال سبحانہٗ وتعالیٰ فی حق نبیہٖ ﷺ قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علٰی بصیرۃٍ انا و من اتبعنی ھوالمھدی فا علم ان المھدی یکون تابعاً لہٗ فی الدعوۃ الٰی اللہ و ھو المامور بالدعوۃ کما کان رسول اللہ ﷺ ماموراً۔ لان المھدی یکون کا ملاً فی ا تباعہ و ان قیل ما المعنی کاملاً فی ا تباعہٖ قلنا ا ی

یتبعه فی احکام الشریعة بالوحی فی الدعوة الی اللّٰہ فی احواله و افعاله و اقواله وغیرہٗ لا یتبع الرسع الابا ستماع الاخبار والمهدی یکون علی بینة من رَّبِّهٖ (بعض الآیات)

ترجمہ :- جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی شان میں فرمایا، کہو اے محمدؐ ! یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں ، اور وہ شخص بھی بلائے گا جو میرا اتباع کرے گا اور وہی مہدی ہے ۔ واضح ہو کہ مہدی ہی اللہ کی طرف بصیرت پر بلانے میں آنحضرتؐ کا تابع ہے اور وہ " مامور بالدعوۃ " ہے ۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ مامور تھے ۔کیونکہ مہدی ہی آپؐ کے اتباع میں کامل ہوں گے اور کہا جائے کہ اتباع میں کامل ہونے کے کیا معنے ہیں تو ہم کہیں گے کہ مہدیؑ " احکام شریعت " میں اور " دعوت الی اللہ " میں اور اپنے تمام احوال ، افعال و اقوال میں آنحضرت ﷺ کا اتباع وحی سے کر ینگے ۔ اور اس کے سوائے دوسرا شخص رسولوں کا اتباع ، صرف احادیث اور روایات سن کر (یا دیکھ کر) کرتا ہے اور مہدی اپنے رب کی طرف سے بینہ (حجت واضحہ) پر ہوتا ہے " ۔

اس سے یہ حقیقت منکشف ہورہی ہے کہ علماء اور عوام کتاب اللہ کا اور احادیثِ رسول اللہ ﷺ کا اتباع دین کی کتابیں دیکھ کر یا علماء اور مرشدینِ کرام اور ضروریاتِ دین جاننے والوں سے اپنی معلومات حاصل کر کے عمل کرتے ہیں ۔ لیکن مہدی ءِ موعود علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور حضرت رسول اللہ کا اتباع اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی بناء پر کرتے ہیں ۔ اس لئے خطا سرزد ہونے نہیں پاتی ۔ یہ شانِ اتباع بھی ، مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اعجازِ عظیم ہے ۔

چنانچہ آپؑ نے ارشاد فرمایا :-

"ایں جاہم جبرئیلؑ ہست اما دعوئے جبرئیلؑ نیست "

ترجمہ :- یہاں (مہدی ءِ موعودؑ کے یہاں) بھی جبرئیلؑ ہیں لیکن دعوئے جبرئیلؑ نہیں ہے ۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امامنا علیہ السلام نے دعوئے وحیِ متلو نہیں کیا ہے ۔ یعنے قرآن کے سوائے کوئی اور

کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوئی ہے۔ البتہ جبرئیلؑ کے ذریعہ سے یا راست اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ علم ہونا اور ہے اور دعوئے نبوت و رسالت اور وحی متلو ہونا اور ہے۔اس لئے کہ وحی متلو ، نزول کتاب اللہ سے مخصوص ہے۔اس کے سوائے دوسرے معلومات بھی جبرئیل علیہ السلام سے ہوسکتے ہیں۔ یا بلاواسطہ ، راست ذاتِ باری تعالیٰ سے بھی ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ آپؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ :-

علمت من اللہ بلا واسطۃٍ جدید الیوم یعنے مجھے روزآنہ اللہ کی طرف سے بلاواسطہ تعلیم دی جاتی ہے۔

اس مسئلہ میں ایک اور توضیح کی ضرورت ہے یعنے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مومن بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا مذہب ، کتاب اللہ اور اتباعِ رسول اللہ ﷺ ہے لیکن تصریحاتِ مذکورۃ الصدر سے واضح ہے کہ امامنا علیہ الصلوٰۃ و السلام کی طرح کوئی دعوے سے نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے کہ مہدی ءِ موعود علیہ السلام نے جس شانِ اعجازِ اتباع کو دعوے مہدیت کی بنیادی دلیل قرار دیا ہے وہ آپؑ کا اعجازِ عظیم ہے۔ ایسا معجزہ ہر مومن کو ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔اس لئے کہ کوئی " معصوم عن الخطا " نہیں ہے اور نہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقامِ ولی حاصل ہوسکتا ہے ، اور خطا و نسیاں سرزد نہ ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

غرض امتِ رسول ﷺ میں مہدی ءِ موعود علیہ السلام اور عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کے سوائے کوئی معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔

ایک دفعہ تحقیقِ دعوئے مہدیت کے لئے آئے ہوئے جید علماء نے سوال کیا کہ آپؑ کس مذہب کے پابند ہیں۔ اس سوال کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ ائمہ اربعہؒ سے کس امام کے پیرو ہیں۔ آپؑ نے جواب دیا کہ :-

مابه ہیچ مذہب مقید نه ایم ۔ مذہبِ ما کتاب اللہ و ا تباعِ رسول اللہؐ است۔ یعنے میں کسی مذہب کا مقید نہیں ہوں ، میرا مذہب کتاب اللہ اور اتباعِ رسول اللہؐ ہے ۔

اس جواب سے آپؑ نے ان علماء پر واضح فرمایا کہ ائمہ اربعہؒ اور مجتہدین معصوم نہیں ہیں ، اس لئے اِن ائمہؒ کا اتباع آپؑ نہیں کرسکتے ۔ آپؑ اپنے ہادی ، ذاتِ باری تعالٰی کی راست ہدایت سے اتباعِ کتاب اللہ اور اتباعِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اور یہ خصوصیت آپؑ کی ذاتِ مبارکہ کی حدتک تھی ۔

چونکہ آپؑ کے سوائے کسی کو یہ مقام حاصل نہیں ہے ۔ اس لئے آپؑ نے مہدویوں کو ہدایت فرمائی کہ " بندہ کو اللہ تعالٰی نے حاملِ اشغالِ ولایتِ محمدؐیہ بناکر بھیجا ہے ۔ اس لئے فقہی مسائل کے بارے میں ائمہ اربعہؒ یعنے امام اعظم ابوحنیفہؒ ، امام شافعیؒ ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی پیروی کریں ۔ اس لئے کہ ان ائمہ نے فقہی مسائل میں منہ شگافی کی ہے ۔ اگر کسی مسئلہ پر ان اماموں میں اختلاف پایا جائے تو جس امام کا مسئلہ ، عالیت و عزیمت کے معیار کا حامل ہو وہ اختیار کریں ۔ (ملتخصاً)

زیادہ سے زیادہ مطابقت بالقرآن ، زیادہ سے زیادہ مطابقت بالحدیث اور تقویٰ جس مسئلہ میں پایا جائے وہ عالیت و عزیمت ہے ۔ اور جس امامؒ کا مسئلہ از روئے آیات و احادیث ، زیادہ قوی استدلال رکھتا ہو ، عزیمت و عالیت ہے ۔ اس اصول کے اعتبار سے مہدویہ میں زیادہ تر مسائلِ فقہہ "حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ پر عمل جاری ہے ۔ اور یہ امر بھی مہدویوں کا مسلمہ ہے کہ " اَلْحَقّ دَائرٌ بَیْنَ الْاَئمۃِ الْاَرْبَعَۃ " یعنے حق چاروں ائمہؒ میں دائر و سائر ہے ۔

اسلئے مہدوی مرشدین و علماء کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اگر امامنا مہدی علیہ السلام سے کسی مسئلہ میں کوئی سند نہ مل سکے تو ائمہ اربعہؒ سے جس امام کا مسئلہ عالیت کا حامل ہو ، اس پر سے فتویٰ دیا کرتے ہیں ۔ ان چاروں اماموں کے سوائے کسی دوسرے فقیہہ سے جو دائرۂ اہلِ سنت میں نہ ہو ، ائمہ اربعہؒ کے خلاف سند نہیں لی جاتی ۔

مثلاً کسی مسئلہ میں چاروں امام متفق ہوں کہ یہ حرام ہے، تو اس مسئلہ میں حرام ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔ اگر ان ائمہؒ کے سوائے کسی اور فقیہہ نے جو دائرۂ اہلِ سنت میں نہ ہو، اگر حلال قرار دیا ہو تو لائقِ توجہ و تعمیل نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی مہدوی عالم، ائمہ اربعہؒ کے بالاتفاق حرام قرار دینے کے باوجود کسی دوسرے فقیہہ غیر اہلِ سنت کے جائز قرار دینے پر عمل کرے تو وہ حرام کو حلال قرار دینے کا مرتکب قرار پائے گا۔ اور بعض وقت فتویٰ نویسی میں لغزش اور فروگذاشت بھی ہوجاتی ہے۔ استدلال میں بھی غلطی ہوسکتی ہے تو اس کی صورت علحٰیدہ ہے۔ اس لئے کہ کوئی مفتی معصوم عن الخطاء نہیں ہوتا۔

حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اس رہنمائی سے چاروں اماموں میں بٹے ہوئے مسلمانوں کو اختلافات میں مبتلاء رہنے اور ایک امام اہلِ سنت کی پیروی کرکے دوسری ائمہ ءِ اہلِ سنت کو چھوڑ دینے اور اس طرح سے چاروں فرقوں میں تقسیم ہونے سے بچانے میں مدد مل سکتی ہے۔ اس لئے کہ ایک امام اہلِ سنت کو مان کر باقی تینوں اماموں کے اتباع سے صریحاً انکار، ائمہ ءِ اہلِ سنت علیہم الرحمتہ کے انکار کو مستلزم ہے۔ جب کہ تسلیم ہے کہ چاروں اماموں میں حق موجود ہے۔

ان توضیحات سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام کا مقصد امت میں پھوٹ ڈالنا نہیں تھا۔ اس لئے جس دینی بنیاد پر، اتحاد ممکن ہوسکتا تھا اس کی رہنمائی فرمائی ہے۔ غرض یہ کہ مہدویوں کے لئے چاروں اماموں کو اہلِ سنت اور برحق مانتے ہوئے، ان اماموں کے اختلافی مسائل کی صورت میں عالیت کی بنیاد پر استفادہ کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اس لئے مہدویوں نے حدیث کی کتابیں علحٰیدہ مدون نہیں کی ہیں۔ اور فقہ کی کتابیں خواہ عبادات پر مشتمل ہوں یا معاملات پر۔ علحٰیدہ مرتب نہیں کی ہیں، متقدمین میں اہلِ سنت ہی کے مدوّنہ ضابطوں، اور اصول کی بنیادوں پر عمل کیا جاتا ہے۔ حالانکہ جید ترین علمائے اکابرین مہدویوں کے ہر دور میں رہے ہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ حضرت امامنا مہدی ءِ موعود علیہ السلام نے اپنی ذاتِ مبارکہ کی حد تک اپنے دعوئے مہدیت کی بنیادی دلیل ، بے خطا اتباعِ کتاب اللہ اور بے خطا اتباعِ رسول اللہ قرار دی ہے۔ یہ بھی آپؑ کے دعوئے مہدیت کی صداقت کا ثبوت ہے جو اسلامیات کی روشنی میں ہوتا ہے۔

غرض یہ آیتِ کریمہ " قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۔۔الخ جو امامنا حضرت مہدی ءِ موعود علیہ السلام نے اپنے دعوئے مہدیت کے ثبوت میں بحکم خدا پیش فرمائی ہے۔ سورۂ یوسف کے آخری حصہ میں آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا پورا قصہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ :-

" ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ج "(سورۃ یوسف 102) یعنے یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جس کو ہم تمھاری طرف وحی کرتے ہیں ۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح فرمائی ہے کہ یہ خبریں گذری ہوئی صدیوں پہلے کے زمانہ کی ہیں۔ اے محمدؐ! تم ان خبروں سے آگاہ نہیں تھے اور نہ تم کو پڑھنا لکھنا آتا ہے کہ توریت یا تاریخ کی کتابیں پڑھ کر از خود معلوم کر سکیں۔ یہ بالکل ہی غیب کی خبریں ہیں۔ ماضی کی ایسی خبریں بلا کسی انسانی ذریعہ و توسط کے بیان کرنا معجزہ ہے۔ اس کے بعد کی چند آیتوں میں حضرت محمد ﷺ کو تسلی دی گئی کہ (اے محمدؐ) آپؐ کیسی ہی خواہش کریں اور کتنے ہی معجزات دکھائیں مگر یہ لوگ آپؐ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حتیٰ کہ قرآن کو بھی خدا کا کلام تسلیم نہیں کریں گے۔ یہ لوگ آپؐ پر ایمان لائیں یا نہ لائیں آپؐ کا فرض تبلیغ کرنا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ :-

" قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ "(سورۃ یوسف) 108

یعنے کہو اے محمدؐ! یہ میرا راستہ ہے ، میں اللہ کی طرف بصیرۃ پر بلاتا ہوں اور وہ (مہدی) بھی بلائے گا جو میرا تابعِ (تام) ہے۔ اور سبحان اللہ میں مشرکین سے نہیں ہوں۔

بصیرۃ کے لغوی معنے بینائیِ دل کے ہیں۔ عقل ، دانائی اور محبت کے بھی ہیں۔ (مصباح اللغات)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے :-

" اِنِّی مَعَکُمْ اِیْنَمَا کُنْتُم اِنَّ اللہ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْر ط یعنے بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں۔ تم جہاں بھی رہیں۔ بے شک اللہ تم جو کچھ کرتے ہو دیکھتا ہے۔

اس آیتِ شریفہ میں " بصیر " کا لفظ دیکھنے کے معنے میں آیا ہے۔ اس محل میں دل سے دیکھنے کے معنے میں اللہ تعالٰی کی طرف منسوب نہیں ہوسکتے۔

صوفیائے محققین کے پاس فنائیت اور بینائی کے مقام میں " بصر " اور " بصیرت " میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یہ بات قرآن سے بھی ثابت ہے۔

" مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی "(سورة النجم) 11 یعنے معراج میں آپؐ نے جس کو دیکھا (یعنے خدا کو دیکھا) آپؐ کا دل نہیں جھٹلایا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ دل کو یقینِ کامل تھا کہ یہی ذاتِ کبریائی ہے۔

نیز قرآن کی آیت ہے کہ :-

" مازاغ البصرو ما طغٰی " یعنے آپؐ کی آنکھ جھپکی اور نہ حد سے بڑھی۔

اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جلوۂ حقیقی کا نظارہ دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بصیرت کے انتہائی درجات سے بصارت کا وہ انتہائی درجہ حاصل ہوجاتا ہے جس سے خدا کا دیدار چشمِ سر سے ممکن ہوجاتا ہے۔

آیاتِ مذکورۃ الصدر سے ظاہر ہے کہ معراج میں رسولِ خدا ﷺ کو خدا کا دیدار ہوا ہے۔ اگرچیکہ محدثین اور مفسرین اور محققین میں کچھ اختلاف ہے۔ لیکن معراج کے تعلق سے جتنی کثیر احادیث ہیں، ان میں متعدد احادیث سے آنحضرت ﷺ کو معراج میں دیدارِ خدا ہونا، ثابت ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے تفسیر القرآن بالحدیث کے اصول پر ان احادیث سے آیاتِ مذکورۃ الصدر کی تفسیر ہو جاتی ہے۔

یہ حدیثیں عبداللہ ابنِ عباس، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، معاذ بن جبل، ابوذر، ابو عبیدہ بن الجراح، وغیرہ اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور ان کی روایت امام احمد بن حنبل، مسلم، ابوداؤد، حاکم، ترمذی، طبرانی، دیلمی، ذہبی، منادی الخطیب، وغیرہ محدثین نے کی ہے۔ اور کئی مشہور محدثین، ان حالات کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوداؤد، ابوہریرہ، عبداللہ ابنِ حارث، انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پروردگار کو دیکھا ہے۔

حضرت ابنِ عباس کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دل اور اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ چنانچہ مسلم، ترمذی، نسائی، حاکم، طبرانی وغیرہ نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہٗ سے جو روایتیں کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

" اِنَّہٗ ﷺ رَاٰی رَبَّہٗ بِعَیۡنِہٖ وَ لُفُعَؤادِہٖ " یعنے رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں اور اپنے دل سے دیکھا ہے۔ (تنویر الابصار)

چنانچہ اقبال نے بھی کہا ہے :-

سیدِ کل، صاحبِ ام الکتاب ** بردگیہا بر ضمیرش بے حجاب

گرچہ عینِ ذات را بے پردہ دید ** ربِّ زدنی از زبانِ او چکید

یعنے کل جہاں کے سردار اور ام الکتاب (قرآن کی عشق و محبتِ الٰہی کی تعلیم) کے مالک جن کے دلِ مبارک سے پردے بے حجاب ہوگئے تھے ۔ اگر چہ کہ آپؐ نے عینِ ذاتِ خدا کو بے پردہ دیکھا اس کے باوجود آپؐ کی زبانِ مبارک سے یہی جاری تھا کہ " اے میرے رب ! میرے لئے دیدار میں مزید اضافہ فرما" ۔

حضرت جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

دیدِ محمدؐ نہ بچشمِ دیگر ** بلکہ ہمیں چشمِ سر و چشمِ سر

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

اِنَّ اللہ احتجب عن القلوب کما احتجب عن الابصار فان اوقع تجلیاً فالبصر و الفؤاد واحد (عرالفل البیان) یعنے اللہ تعالیٰ جس طرح آنکھوں سے حجاب میں ہے ، قلوب سے بھی حجاب میں ہے اگر اللہ تعالیٰ اپنی تجلی ڈالے تو پھر آنکھ اور دل دونوں ایک ہیں ۔

لٰہذا یہ ثابت ہے کہ "مقامِ دیدار" و " فنائیت " و " بصیرت " اور " بصر" دونوں ایک ہوجاتے ہیں ۔

" اَدۡعُوۡٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ " سے مراد میں بلاتا ہوں اللہ کی طرف ، دیدارِ خدا کے لئے ہے ، اور آپؐ کا تابعِ تام مہدی ءِ موعودؑ بھی اسی کی دعوت دے گا ۔ یہی " سبیلِ رسول " بھی ہے اور یہی " سبیلِ مہدی ءِ موعود" بھی ہے ۔ صلی اللہ علیہما و سلم ۔

اور ایک تفسیر غور سے دیکھنے کی ضرورت ہے جو ذیل میں لکھی جارہی ہے ۔

قل بگوائے محمد ہٰذہٖ ایں دعوت بتوحید سبیلی راہِ من است و بریں راہ ثابت ام۔ اَدۡعُوۡٓا می خوانم خلق را الٰی اللہ قف بخدائے علٰی بصیرۃٍ بربینائی ہویدا وحجتے روشن اَنَا ، تاکیدِ ضمیر مستتر است در اَدۡعُوۡٓا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ ومی خواند بخدائے را ہر کہ پیروی کردہ است مرا (تفسیِ حسینی) ۔

یعنے "قُلۡ" کہو (اے محمدؐ) "ھٰذِہٖ" یہ توحید کی دعوتِ سبیل میرا راستہ ہے اور اس راستے پر میں ثابت قدم ہوں، "اَدۡعُوۡٓا" مخلوق کو دعوت دیتا ہوں "اِلَی اللہِ"، اللہ کی طرف "عَلٰی بَصِیۡرَۃٍ" واضح بینائی اور ایک روشن دلیل پر "اَنَا" ضمیرِ تاکید "اَدۡعُوۡا" میں پوشیدہ ہے "وَمَنِ اتَّبَعَنِیۡ" اور اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ وہ کہ جس نے میری پیروی کی ہے۔

مقامِ توحید کی انتہا دیدار ہے۔ اسی لئے مذکورۃ الصدر تفسیر میں "بصیرۃ" سے مراد واضح بینائی بیان کی گئی ہے۔

محققین نے یہ واضح کیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام بعض صفات اور بعض اسمائے الٰہیہ کے مظہر ہیں۔ اور حضرت محمد ﷺ خاص اسمِ ذاتِ باری تعالٰی کے مظہر ہیں جو جمیع صفات کا جامع اور اسمِ اعظم ہے۔ یہ اعلٰی مقام کسی نبی کو حاصل نہیں ہے اور حدیثِ شریف میں اسی کا بیان ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :-

" لی مع اللہ وقت لا یسعنٰی فیہ ملک مقَرَّبٌ وَ لا نبی مرسل" یعنے اللہ تعالٰی کے ساتھ مجھے ایسا وقت حاصل ہے کہ جس میں میرے ساتھ نہ کوئی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے اور نہ کوئی نبیء مرسل وہاں سما سکتاہے۔ محققِ روزِ بہانؒ نے اس اعلٰی مقام حقیقۃ الحقیقۃ کو مقامِ "بصیرۃ" کہا ہے۔ (تنویر الابصار)

حاصلِ کلام یہ ہے کہ یہ مقامِ توحید کا اعلٰی مقام ہے، اور انتہائے تنزیہہ عن الشرک الخفی کا اعلٰی ترین مقام ہے۔ اس لئے "وَمَا اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ" اور میں مشرکین سے نہیں ہوں کہا گیا ہے۔

غرض توحید کے ابتدائی مراحل سے لے کر انتہائی منازل تک اِسی "صراطِ بصیرۃ" سے تعلق رہتا ہے۔ اسی لئے سورۃ فاتحہ میں دُعا کی جاتی ہے :-

"اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ" یعنے اے اللہ ہم کو صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) کی ہدایت فرما۔

سورۂ فاتحہ کی بہت فضیلتیں بیان ہوئی ہیں ۔ سورۂ فاتحہ کو اُمّ الکتاب بھی کہا گیا ہے ۔ اُمّ الکتاب یعنے "اصل قرآن" سے مراد قرآنِ مجید کا وہ حصہ جس میں طلبِ بصیرۃ یعنے طلبِ دیدارِ خدا اور عشقِ محبتِ الٰہی کی تعلیم دی گئی ہے ۔ اصل دین وہی ہے اور دینِ اسلام کی روح یہی تعلیم ہے ۔ باقی سب لوازمِ دین ہیں جو مومن کو دینِ اسلام سے آراستہ کرنے والے ہیں ۔

چنانچہ اقبالؒ نے کہا ہے ۔

علم ہے ابن الکتاب عشق ہے اُمّ الکتاب

اسی اُمّ الکتاب کی طرف اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگنے کی دُعا سورۂ فاتحہ میں ہے ۔ اسی لئے اس سورہ کی ایک فضیلت ام الکتاب بھی ہے ۔

سورۂ فاتحہ میں اللہ کی حمد ، اللہ کی صفتِ رحمانیہ و صفتِ رحیمیہ کا اقرار اور قیامت کے دن کا مالک ہونے کا اعتقاد بیان کیا گیا ہے ۔ اور رب ہی کی عبادت اور رب ہی سے استعانت (مدد حاصل کرنا) کا اقرار بھی کیا گیا ہے ۔ جس میں توکل علی اللہ کی ادنٰی سے لے کر اعلٰی شان بھی شامل ہے اور جس کا لازمہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے ۔ اللہ پر توکلِ تام رکھے ۔ لوازمِ دُعا و درخواست کے بنیادی بیان و معروضہ کے بعد دُعا کی جاتی ہے کہ " اِھۡدِنَاالصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ " اے اللہ ہم کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما (صراطِ مستقیم یعنے سیدھا راستہ) ۔

پورے سورۂ فاتحہ میں یہی ایک دُعا ہے اور بس ۔ اور صراطِ مستقیم (یعنے سیدھا راستہ) کی بھی صراحت کردی گئی ہے ۔ ' صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِالۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۝ "

یعنے راستہ ان لوگوں کا جن پر تونے انعام کیا ۔ ان لوگوں کا راستہ نہیں جو تیرے مغضوب (معتوب) اور گمراہ

ہیں ۔ اس کی تفسیر میں متعدد مطالب مفسرین نے بیان کئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے انعام کی انتہا اس کا دیدار ہوتی ہے ۔ شرکِ خفی سے بچنے کی انتہائی منزل تک رسائی کی توفیق و استعداد اپنے " فضل وکرم اور " انعامِ عظیم " سے عطا فرماتا ہے ۔

ڈاکٹر ولی الدین پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی نے جن کو تصوف اور صوفیہ سے دلچپی تھی اور مشہور و معروف سلسلۂ مشائخ سے منسلک بھی تھے انھوں نے اپنی تالیف " قرآن و تصوف " میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

" صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " سے مراد اولیاء کا راستہ ہے ۔" یہاں اولیاء سے موصوف کی کیا مراد ہے " ؟ اس کی تصریح نہیں ہوئی ہے ۔ اس لئے کہ وہ تو اس اعتقاد کے قائل تھے کہ اس دنیا میں قربِ الٰہی ہوسکتا ہے ، لیکن دیدار نہیں ہوسکتا ۔ ملاحظہ ہو " قرآن و تصوف "

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس بھی " صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " کی کوئی متعین تفسیر بالدلیل القطعی نہیں پائی جاتی ۔

البتہ ہمارے مذہبی نقطہ نظر سے " صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " (یعنے ان لوگوں کا راستہ ، جن پر تو نے انعام کیا) کی تفسیر اولیاء کا راستہ " ان معنوں میں صحیح ہے کہ جو ولی ہوتا ہے وہ صاحبِ دیدارِ خدا ہوتا ہے ۔ اس لئے کہ " ولایت " مقامِ دیدار ہی ہے ۔ جب تک مشکوٰۃِ ولایتِ محمدٓیہ سے دیدار کا شرف حاصل نہ ہو ، فی الحقیقت ولی نہیں ہوسکتا ۔

ہمارے اس مذہب کی تائید ، امامنا حضرت سیدنا سید محمد مہدیِ موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام سے قبل کے اولیاءِ کاملین کے مسلک سے بھی ہوتی ہے ۔ چنانچہ ہم نے سابق میں بعض اولیاء اللہؒ کے اقوال پیش بھی کئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ " بصیرۃ " سے مراد بینائی یا دیدار ہے ۔

اس کے علاوہ " محققینِ متقدمینِ اسلام " کا یہ مسلمہ امر ہے کہ کوئی نبی اس وقت تک نبی نہیں ہو سکتا جب تک کہ مشکوٰۃِ ولایتِ محمدّیہ کے فیضان سے (جو کہ ازلی ہے) "ولایت" کے مقام پر فائز نہ ہو جائے۔ یعنے بصیرت (دیدارِ خدا) سے بہرور نہ ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے قرآنِ مجید میں " لَنۡ تَرَائنِیۡ " والی جو آیۃ کریمہ آئی ہے اس پر سے بالعموم یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خدا کا دیدار جائز و ممکن نہیں ہے۔ حالانکہ اسی آیۃ کریمہ کے سیاق و سباق اور " لَنۡ تَرَائنِیۡ " کے الفاظ کی حقیقی مراد (جو مقصودِ الٰہی ہے) سے محققینِ اسلام نے یہ ثابت کیا ہے کہ خدا کا دیدار جائز و ممکن ہے۔ اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا دیدار ہوا، جس کے نتیجہ میں آپؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ چنانچہ آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے الفاظ " فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ "(سورۃ الاعراف)143 (یعنے پس جب اس کے رب نے تجلی کی) اور اس کے بعد آگے چل کر " وَخَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا ج "(سورۃ الاعراف) 143 (یعنے موسٰی علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے) بھی اس حقیقت کے شاہد ہیں۔ اس کی تفصیل و توضیح انشاء اللہ تعالیٰ " طلبِ دیدارِ خدا " کے عنوان کے تحت بیان کی جائے گی۔

لٰہذا انبیاء علیہما السلام کا راستہ بھی کیونکہ ازلی فیضیانِ ولایتِ محمدّیہ کا راستہ ہے اس لئے " صراطِ بصیرۃ" یعنے بینائی و دیدارِ الٰہی کا راستہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بھی فی الحقیقت اولاً و باطناً اولیاء ہی ہیں، یعنے صاحبینِ بصیرۃ (حاملینِ دیدارِ خدا) ہیں۔

لٰہذا " صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ " سے مراد " اولیاء کا راستہ" ان معنوں میں محققانہ نقطہ نظر سے بالکل صحیح ہے کہ یہ بصیرۃ (یعنے دیدارِ خدا) کا راستہ ہے۔

اس لحاظ سے "صِرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کی تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول پر اس طرح ہوتی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے اللہ تعالیٰ کہلوا رہا ہے کہ :-

" قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ " کہواے محمدؐ ! یہ میرا راستہ ہے ، میں اللہ تعالیٰ کی طرف بصیرۃ بینائی (دیدار) پر دعوت دیتا ہوں ۔

جب کہ خود اللہ تعالیٰ ، رسول اللہ ﷺ کی زبانی کہلوارہا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا راستہ ہے تو اس سے بڑھ کر اور کونسا راستہ ہوسکتا ہے جس پر صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) کا اطلاق ہو سکے ۔

لہٰذا آسانی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ " صِرَاطِ مُسْتَقِيْمٌ" سے مراد رسول اللہ ﷺ کا " سبیلِ بصیرۃ " ہے ۔ اور یہی " صراطِ مستقیم " ہے ۔ جس پر چل کر " اولیاء" بن سکتے ہیں ۔ یعنے صاحبِ دیدارِ خدا بن سکتے ہیں ۔

اسی راستہ کے نصیب ہونے کی دُعا سورۂ فاتحہ میں ہے اوریہی اہم بنیادی دُعا ہے ۔ اس لئے سورۂ فاتحہ کو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے ۔ حضرت امامِ شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے تو فرض نماز میں مقتدی کو بھی خاموش (سری طور پر) سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری قرار دیا ہے ۔ اوراِس کی بناء اُن کے پاس یہ حدیثِ شریف ہے ۔

" لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ " یعنے سورۂ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی ۔

حاصلِ کلام یہ کہ یہاں تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول پر جو تفسیر ہورہی ہے، اس سے بہتر اور کوئی تفسیر نہیں ہوسکتی کیونکہ کہ جس راستے کو حضرت رسول اللہ ﷺ میرا راستہ ، خدا کے حکم سے فرمارہے ہوں ، اس راستے سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں ہوسکتا۔

اس لئے امامنا سیدنا حضرت سید محمد مہدی ءِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی آیۃ کریمہ " قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِی " الخ کی بشارت " وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ " (یعنے جس نے میرا اتباعِ تام کیا وہ بھی اسی راستہ کی طرف دعوت دے گا) کے مطابق تابعِ تامِ رسول اللہ ﷺ کے اعلٰی مقام سے بحکمِ خدا، اسی سبیلِ بصیرۃ (دیدارِ خدا) کی دعوت دی۔ جس کے طفیل، بے شمار لوگوں نے آپؑ کے فیضان سے بفضلِ خدا دارِ دنیا میں " دیدارِ خدا کا شرف حاصل کیا۔ اور خدا کے فضل سے آج بھی زمانہ خالی نہیں ہے۔

انشاءاللہ تعالٰی یہ فیض آپؑ کی بشارتِ مبارکہ "مہدی و مہدویاں تا قیام قیامت باشند" (یعنے مہدیؑ اور مہدویاں قیامت تک باقی رہیں گے) کے مطابق قیامت تک جاری رہے گا۔ " وَهُوَالْبَاقِیْ وَالْقَدِيْرُ۔ وَعَلٰی فَضْلِهٖ تجدیر۔ وبعدهٖ و بقومهٖ لنصیر " یہ بھی آپؑ کا معجزہ اور منجانب اللہ ، مہدی ءِ موعودؑ برحق ہونے کی بنیادی دلیل ہے۔ " ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوْالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ "

یعنے یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالٰی بہت بڑا فضل والا ہے۔

لٰہذا ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت دل میں یہی التجاء کرنی چاہئے کہ ہم کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اس راستے کی ہدایت فرما جو کہ " سبیلِ بصیرۃ " یعنے دیدارِ خدا کا راستہ ہے۔ آمین یا رب العالمین۔

دیدارِ خدا ممکن ہونے اور طلب دیدارِ خدا فرض ہونے کا تفصیلی بیان انشاءاللہ تعالٰی " طلبِ دیدارِ خدا " کے عنوان کے ذیل میں آئے گا۔

آخر میں ہم اپنے لئے اور اپنی قوم و طالبانِ راہِ بصیرت کے لئے دُعاگو ہیں کہ :-

" اللھم اٰتینا تصدیق محمدین کما ھو تصدیقھما۔ محمدالرسول اللہ و محمد المھدی الموعود، مراد اللہ ، فضل اللہ علیھما و علٰی آلھما و اصحابھما اجمین الراشدین الصالحین وآخرو دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔